تحقیق و تنقید

مکہ اور مدینہ کے تعلقات

پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

پس منظر

حرمین شریفین کے معاشرتی تعلقات بہت قدیم رہے ہیں۔ شاید اس وقت سے جب مکہ بکہ کہلاتا تھا اور مدینہ یثرب۔ دونوں شہر عرب قبیلوں کی آماجگاہ رہے ہیں۔ مکہ بنو عدنان کے شمالی طبقہ عرب کا مسکن رہا ہے اور مدینہ بنو قحطان کا۔ ان دونوں میں قبائلی فرق و امتیاز بعد کا ہے۔ اصل ان دونوں کی ایک ہے۔ اس کا ان دونوں کو احساس اور شعور تھا۔ اسی بنا پر ان کے درمیان عرب ہم آہنگی تھی[1]

مکہ اور مدینہ کے درمیان تہذیبی یک جہتی نے ان کے قبائلی اختلاف کو کافی حد تک محدود کر دیا تھا اور یہ قبائلِ عرب کی حسّاسیت و شعور کی علامت تھی۔ طبقاتی تقسیم یا اور کسی قسم کی تفریق کے باوجود ان کے احساسِ عربیت نے ان کو ایک دوسرے سے مضبوطی اور محبت کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ اس شعور نے کہ وہ عرب ہیں اور بحیثیت عرب ایک گروہ ہیں ان کو ایک قوم، ایک امت اور ایک ہم آہنگ جماعت بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ عربی زبان، ایک متحدہ تہذیب سے وابستگی، دینِ ابراہیمی سے شیفتگی اور عربی اجتماعیت نے اہلِ مکہ اور اہلِ یثرب

---

[1] ابن ہشام ۱/۴-۵ .... وبعض اہل العلم یقول: قحطان من ولد اسمٰعیل، ویقول: اسمٰعیل ابو العرب کلہا....) سہیلی ۲/۲۲-۲۶ ومابعد؛ بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قریش؛ فتح الباری ۶/۶۵۲-۶۵۹، ۶۶۷ ومابعد؛ ازرقی، کتاب اخبار مکۃ، فاکہی، المنتقی فی اخبار ام القریٰ؛ سمہودی وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ؛ نیز کتبِ حدیث و سیرت و تاریخ کے متعلقہ ابواب

دونوں کو ایک رشتۂ صحبت میں باندھ رکھا تھا[۱]

جغرافیائی نسبت وربط نے ان دونوں شہروں اور ان کے باشندوں میں ایک نیا رشتۂ مودت استوار کر دیا تھا مکہ سے تین سو میل، لگ بھگ پانچ سو کلومیٹر کی مسافت میں بجانبِ شمال مدینہ واقع تھا۔ ان دونوں کی اصل جغرافیائی یک جہتی یہ تھی کہ دونوں شام کو جانے والے اس تجارتی شاہراہ پر واقع تھے جو شمال میں شام کو جنوب کے یمن سے جوڑتی تھی۔ مکہ شروع سے بے آب وگیاہ وادی کا شہر تھا اور اس کی اقتصادی زندگی کا دارومدار تجارت پر تھا اور اس تجارت میں ریڑھ کی ہڈی ان کی شامی تجارت تھی۔ اہلِ مکہ اور قریش بکہ شام آتے جاتے لازمی طور سے یثرب سے گذرتے تھے اور وہاں قیام کرتے تھے[۲]

مکہ مکرمہ بیت اللہ کے شرف سے بھی مشرّف ومفتخر تھا۔ حضرات ابراہیم واسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تعمیر خانۂ کعبہ کے بعد سے وہ تمام اہل عرب اور دوسرے لوگوں کا مرجع وماویٰ بن گیا تھا۔ دنیا جہان کے لوگ اللہ کے مقدس گھر کی زیارت، عمرہ اور حج کرنے کے لیے مسلسل مکہ مکرمہ آتے رہتے تھے۔ ان کی آمد ورفت میں وقت اور زمانہ کی کوئی پابندی نہ تھی چار مقدس مہینوں کے علاوہ عربوں نے آٹھ محفوظ مہینوں کی روایت اسی زیارتِ کعبہ کی خاطر ڈالی تھی[۳] پھر حرمِ مکہ قدیم زمانے سے شہر امان، بلدِ امین اور علاقۂ محفوظ تھا جہاں دوست دشمن سب کی جان ومال وآبرو محفوظ تھی، شمال سے آنے والے متواتر قافلے اور پیہم کاروان مدینہ منورہ سے ہو کر ہی گذرتے تھے،

---

[۱] ابن ہشام ۱/۴-۵، ۳۴-۳۵، ۶۵-۶۶ ومابعد؛ ۸۱-۸۳؛ یاقوت حموی، معجم البلدان: مکہ والمدینۃ، شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، باب ماکان علیہ حال اہل الجاہلیۃ الخ، ۱/ ۱۲۴-۱۲۸؛

[۲] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ "مدینہ"، مقالہ "مکہ" اور "یثرب"؛ معجم البلدان، مکہ والمدینۃ؛ حوالجات سابقہ؛ بلاذری ۱/ ۲۵۷: فقال (علیہ وسلم) قد اخبرت ان دار ہجرتکم یثوب، فمن اراد الخروج فلیخرج فان البلاد قریبۃ وانتم عارفون وہی طریق عیرکم الی الشام؛ .....

[۳] قرآن، سورہ توبہ ۳۶: "منہا اربعۃ حرم"؛ ابن ہشام ۱/ ۱۱۴: والبسل..... ثمانیۃ اشہر حرم لہم من کل سنۃ من بین العرب، قد عرفت ذلک لہم العرب

بلکہ وہ ان کی ایک اہم ترین منزل تھی۔ مدینہ سے وہ مکہ آتے تو کھجوروں کی سوغات اور دوسری مادی اشیاء کے تحفے کے ساتھ انسانی محبت و تعلق کے رشتے بھی لاتے۔ خود اہلِ یثرب مکہ مکرمہ کی حاضری کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے کہ کعبۃ اللہ ان کے لیے بھی سب سے عظیم شعار اور جلیل ترین سجدہ گاہ تھی۔[1]

انسانی زندگی کی پیچیدہ رشتہ داری اور تہذیبِ عربی کی گوناگوں وابستگی نے قبائلی حرب و ضرب اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی بہت سی سماجی، دینی اور تہذیبی خرابیوں کو محصور کر رکھا اور ان کو کبھی بھی عربیت کے احساس و شعور اور قومیت کی یک جہتی اور ہم آہنگی پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ ان کی اپنی فطری شریت نے ان کو قبائلی تفریق کا شکار بنایا، اس نے خاندانی عصبیتوں اور افرادی رقابتوں کو جنم دیا، ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان کے دشمنوں نے بالخصوص یہودی سائیکی نے ان کو باہم ایک دوسرے کا مقابل، حریف، رقیب اور دشمن بنائے رکھا لیکن ان کے اندرون سے یہ احساس اور جذبہ نہ مٹا سکا کہ وہ ایک عرب قوم اور ایک ملک کے باشندے ہیں۔ وہ تمام جنگ و جدال کے باوجود عرب برادر تھے اور اسی حسّاسیت نے ان کو ہمیشہ ایک دوسرے سے مربوط و آمیخت رکھا۔ اہلِ مکہ اور ساکنانِ یثرب کے درمیان عرب ہونے کے احساس اور قومی شعور نے قریبی تعلقات استوار کیے تھے۔[2]

تاریخِ تعلقات: قدیم جاہلی دور

مکہ و یثرب کے باشندوں کے تعلقات کا نقطۂ آغاز حج کے قیام و ادائیگی کے لیے اذانِ ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں اہلِ یثرب کی لبیک کی صدا ہے۔ یہ ایک بنیادی اور مسلّمہ حقیقت ہے مگر تاریخِ عرب اس کا ساتھ نہیں

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مضمون "مکہ مکرمہ - البلد الامین کی حیثیت سے"، مصادر مذکورہ بالا نیز مندرجہ ذیل؛

[2] ابن ہشام ۲/۳۸ومابعد ... اناقد ترکنا قومنا ولا قوم بینھم من العداوۃ والشر ما بینھم، وعسی ان یجمعھم اللہ بک۔

دیتی[1] اور اتنی قدیم تاریخ کا کھوج لگانا کسی بھی لحاظ سے ضروری نہیں۔ ممکن ہے کہ تحقیقی جستجو کے لحاظ سے سودمند ہو مگر سیرتِ نبوی کے پس منظر میں اور تاریخِ اسلام کے مطالعہ کے لیے بعثتِ محمدی سے قبل کی دو تین صدیوں سے بحث کرنا کافی ہے۔

شہر مکہ کے اصل بانی اور قبائلِ قریش کے حقیقی جامع قصی بن کلاب تھے۔ ان سے پہلے قریش بالعموم بنو النضر کہلاتے تھے۔ حالانکہ نضر بن کنانہ کو اولین قریش کہا گیا ہے اور اولین جامع قبائلِ قریش، مگر اس دور میں قریشی لوگ سرزمینِ مکہ میں منتشر تھے، وہ ادھر ادھر سکونت رکھنے کے علاوہ معاشرتی پراگندگی کا شکار رہے اور البطح۔ داخل مکہ۔ میں تو کوئی مقیم نہ تھا۔ ان کے بھتیجے فہر بن مالک بن کنانہ بھی قریش کے لقب سے موسوم ہوئے، مگر ان کی جمعیتِ قریش بھی اسی طرح پراگندہ رہی۔ مکہ مکرمہ اور قریش کی اصل تعمیر و ترتیب قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کی مرہونِ منت ہے[2]۔

قصی (اصل نام زید) بن کلاب اپنے والد کے انتقال کے بعد شامی سرحد کے قریب آباد قبیلۂ قضاعہ کے سردار ربیعہ بن حرام عذری کے گھر میں ارضِ شام میں پلے بڑھے اور جوان ہو کر حجاج کے قافلے میں یثرب سے گذرتے ہوئے مکہ پہونچے اور صلاحیت و لیاقت سے مکہ مکرمہ کے سب سے عظیم سردار، شہر مکہ کے بانی اور قریش کو متحد کرنے والے کبیر قوم بن گئے۔ بعد میں ان کے دو فرزندانِ گرامی عبد الدار اور عبد مناف نے مکہ مکرمہ کی سیادت و سیاست کی زمامِ کار سنبھال لی۔ انھی عبد مناف بن قصی قریشی اور ان کے فرزندِ عظیم ہاشم بن عبد مناف قریشی نے

---

[1] سورہ حج: ۲۷؛ ابن ہشام ۱/۲-۳ وما بعد؛ کے علاوہ بلاذری، ابن سعد، طبری وغیرہ کتب و تاریخ کے اولین ابواب۔

[2] ابن ہشام ۱/۱۱۶-۱۱۸؛ سہیلی ۲/۲۸-۵۵ وماقبل ومابعد؛ ابن سعد ۱/۶۶-۷۴ ومابعد؛ طبری ۲/۲۵۴-۲۶۶؛ بلاذری ۱/۴۷-۵۲ ومابعد؛ مضمون "عبد الملک ہاشمی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا؛ قریش مکہ کی شامی تجارت نیز یعقوبی ۲/۷-۸؛ کے مطابق قصی کی جلالتِ شان کی بنا پر قریش سنین کی تاریخ ان کی موت سے کرتے تھے تا آنکہ واقعۂ فیل کی شہرتِ عام کے سبب اس سے تاریخِ سنین ہونے لگی اور بعد میں مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔

یثرب سے اور قریبی روابط اور تاریخی تعلقات کا باب کھولا[1]

خاندانِ بنو عبد مناف اور مدینہ

ہاشم بن عبد مناف قریشی مکہ مکرمہ کے عظیم سردار ہونے کے علاوہ بین الاقوامی تجارتِ عرب سے بھی وابستہ تھے۔ وہ مکہ مکرمہ سے براہِ مدینہ منورہ شام آیا جایا کرتے تھے۔ اپنے ایک سفر کے دوران ہاشم بن عبد مناف قریشی نے مدینہ منورہ کے عظیم ترین عرب قبیلہ خزرج کے ایک ممتاز ترین خاندان بنو النجار کے گھرانے بنو عدی بن النجار کی ایک ممتاز و حسین خاتون سے شادی کی، ان کا اسم گرامی سلمی بنت عمرو بن زید بحاری خزرجی تھا۔ خاتونِ نجاری کی ماں اور نانی وغیرہ نجاری، خزرجی اور مدنی تھیں[2]۔ یہ مشہور ترین روایت ہے۔ لیکن ہاشم بن عبد مناف کے ازدواجی تعلقات اس سے قبل بھی مدینہ کے خزرج سے استوار ہو چکے تھے۔ اس کا ذکر آتا ہے۔ بلاذری کی روایت میں زیادہ تفصیل ہے جو قریش اور بنو عدی بن نجار/خزرج اور مکہ و مدینہ کے تعلقات کو اور قدیم بناتی ہے۔ اس کے مطابق ہاشم بن عبد مناف شام کو تجارت کے لیے جاتے تو یثرب سے گذرتے اور وہاں عمرو بن زید بن لبید خزرجی کے گھر اترتے۔ کیوں کہ عمرو خزرجی ان کے ہی نہیں ان کے والد عبد مناف کے دوست تھے۔ وہ اپنی شامی تجارت گاہ سے واپسی پر اپنے متعدد اسفار میں سے ایک سفر میں ان کے مہمان ہوئے تو ان کی دختر سلمی بنت عمرو خزرجی پسند آ گئیں اور ان سے شادی کر لی۔ اس شادی کی ایک شرط یہ تھی کہ ان سے جب بھی اولاد ہوگی تو اس کی ولادت بیوی کے

---

[1] طبری ۲/۲۵۱-۲۵۴ و ماقبل؛ بلاذری ۱/۶۴؛ ابن سعد ۱/۴۷-۸۲، ——— بلاذری کے مطابق بنو نجار/خزرج کے شیخ عمرو بن زید مدینہ/یثرب کے سردار اور عبد مناف کے دوست تھے۔

[2] ابن ہشام ۱/۱۱۹؛ سہیلی ۲/۶۵-۶۶ و مابعد؛ طبری ۲/۲۴۸؛ بلاذری ۱/۶۴؛ ابن سعد ۱/۸۱-۸۲۔

گھر والوں میں ہی ہوگی ۔ ہاشم ان کو مکہ لائے لیکن جب اولاد پیدا ہونے کا وقت آیا تو ان کو یثرب پہونچا کر برائے تجارت شام چلے گئے، وہاں ان کی ارضِ فلسطین کے شہر غزہ میں وفات ہوگئی ۔ ادھر مدینہ / یثرب میں سلمیٰ خزرجی نے ہاشم کے فرزند شیبہ کو جنم دیا۔ یہ فرزندِ ہاشم کا مشہور اور روایتی نام ہے جو مصادر سیرت میں پایا جاتا ہے۔ اصلاً وہ لقب ہے اور ان کا اصل نام کچھ اور تھا۔ شیبہ یا شیبۃ الحمد کی ابتدائی پرورش و پرداخت یثرب میں اپنی ماں کی گود میں اور ننہالی عزیزوں کے درمیان ہوئی ۔ جب وہ بڑے ہوئے اور سات یا آٹھ سال کی عمر کو پہونچے تو ان کے چچا مطلب بن عبد مناف کو ان کے بارے میں خبر پہونچی، ابن سعد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ مشہور اسلامی شاعر حضرت حسان بن ثابت خزرجی نجاری کے والد ثابت بن منذر بن حرام نجاری خزرجی عمرہ کرنے مکہ مکرمہ گئے تو مطلب بن عبد مناف سے ملے اور ان کے ہاں قیام کیا کہ وہ ان کے جانی دوست تھے اور ان کو شیبہ بن ہاشم کے بارے میں بتایا۔ مطلب بن عبد مناف نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ وہ اپنے یتیم بھتیجے کو مکہ مکرمہ واپس لائیں گے کہ وہ ان کا گھر ہے شیبہ بن ہاشم کی خزرجی ماں کسی طرح ان کو مدینہ سے جانے کی اجازت نہیں دے رہی تھیں اور نہ ان کے ننہالی عزیز راضی تھے ۔ مطلب بن عبد مناف نے ان سے اصرار جاری رکھا، تین دن تک ان کے مہمان رہے اور بالآخر ان کو راضی کرلیا۔ ماں اور ننہالی عزیز و اقارب مطلب بن عبد مناف کے دلائل سے زیادہ بھتیجے سے ان کی محبت و تعلق خاطر سے متاثر ہوگئے اور اپنے جگر کے ٹکڑے کو قریش مکہ کے سردار و خاندانِ بنو عبد مناف کے شیخ کے حوالے کردیا کہ وہ جوارِ حرم میں ان کو پروان چڑھائیں ۔

ان روایات سے مکہ اور مدینہ اور قریش و خزرج کے درمیان تعلقات کی گوناگونی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ان کے اہم نکات پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے ۔

۱۔ عبد مناف بن قصی قریشی سردار مکہ کے دوستانہ روابط یثرب کے شیخ نجار و خزرج عمرو بن زید سے تھے، کہ عبد مناف اپنی شامی تجارت کے لیے جاتے ہوئے یثرب میں ان کے ہاں قیام کرتے تھے اور واپسی پر بھی ضرور رکتے تھے اور یثرب

کے عمرو بن زید نجاری خزرجی مکہ مکرمہ عمرہ، زیارت، حج اور تجارت کے لیے آتے تو اپنے قریشی دوست عبد مناف بن قصی کے ہاں قیام کرتے تھے۔

۲۔ عبد مناف کی دوستی ان کے فرزند ہاشم کو وراثت میں ملی اور وہ اپنے باپ کے دوست عمرو بن زید خزرجی کے دوست بن گئے۔ شامی تجارت کے لیے آتے جاتے ان کے ہاں قیام کرتے اور عمرو بن زید خزرجی بھی مکہ میں ان کے ساتھ ٹھہرتے۔

۳۔ ہاشم بن عبد مناف قریشی نے یثرب کے شیخ نجاری خزرجی کی دختر سے شادی کر کے دوستی کے تعلقات کو اور مستحکم کر دیا۔

۴۔ ہاشم کے فرزند شیبہ کی ولادت اور سات آٹھ برس تک پرورش یثرب میں ہوئی۔

۵۔ مطلب بن عبد مناف کے تعلقات ہاشم کی مدنی سسرال اور عزیزوں سے قائم ہوئے اور وہ مدینہ گئے تو ان کے ہاں ٹھہرے اور ان کے مہمان بنے اور مدینہ کے قیام کے بعد سیدھے وہ اپنے آخری سفر شام پر گئے۔

۶۔ مطلب اپنے یتیم بھتیجے اور ہاشم مرحوم کے فرزند شیبہ کو اپنے ساتھ مکہ لائے اور مدینہ سے روابط رکھے۔

۷۔ خاندانِ بنی عبد مناف کے ایک اور یثربی اور مدنی دوست ثابت بن منذر خزرجی تھے۔ دونوں میں رشتۂ مودت کے سبب مختلف قسم کے روابط و تعلقات تھے۔ ان میں دینی روابط کے علاوہ معاشرتی، تجارتی اور تہذیبی اور خاندانی رشتے بھی تھے

ہاشم بن عبد مناف کی ایک خزرجی خاتون سلمیٰ بنت عمرو نجاری سے شادی کی روایت بہت زیادہ مشہور ہے اور اس کی واحد وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ خاتونِ محترم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب بن ہاشم کی والدہ ماجدہ تھیں۔ لیکن جناب ہاشم نے ایک اور خزرجی خاتون سے شادی کی تھی اور غالباً وہ بھی مدینہ منورہ ہی میں کی تھی اور شاید کچھ پہلے۔ بلاذری نے عبد المطلب ہاشمی کے علاوہ دوسری اولادِ ہاشم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے دو فرزند صیفی اور ابو صیفی بھی تھے۔ ابو صیفی کا اصل نام عمرو تھا اور ان کے والد نے اپنا نام انھیں دیا تھا اور ان دونوں فرزندوں کی ماں ہند بنتِ عمرو بن ثعلبہ خزرجی تھیں[1]

[1] بلاذری ۸۷/۱

ابن سعد کی روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اور مزید یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو صیفی عمرو بن ہاشم اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے[1] اس سے مزید یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خزرجی خاتون اور بیوۂ ہاشم ان کی موت کے بعد ان کے بھائی مطلب کی زوجہ بن گئی تھیں، اور ان سے اولاد بھی چلی تھی، جن میں اہم ترین شخصیت مخرمہ بن مطلب بن عبد مناف کی تھی۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ میں دادا تھے۔ ان کے فرزند صلت بن مخرمہ تھے اور پوتے جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے[2]

اس روایت سے یہ مزید واضح ہوتا ہے کہ ہاشم اور ان کے والد عبد مناف کے اہل یثرب سے تعلقات گہرے تھے۔ ہاشم کی اولین شادی بھی یثرب کے خزرجی قبیلہ میں ہوئی تھی جو ان کی سب سے بڑی اولادوں کی ماں تھیں اور ان کی دوسری شادی جو آخری بھی ہوسکتی ہے یثرب کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار کی ایک خاتون سے ہوئی تھی، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی ماں اور آپؐ کی پردادی تھیں۔ ہاشم کی اولین بیوی۔خزرجی و یثربی بیوی۔ بعد میں ان کے بھائی اور وصی مطلب بن عبد مناف کی بیوی اور ان کے بچوں کی ماں بن گئی تھیں۔ لہٰذا عبد المطلب کے علاوہ دوسرے فرزندان و دختران ہاشم بھی، مطلب بن عبد مناف کے پروردہ اور ان کے سوتیلے فرزند و دختر تھے۔ عبد المطلب کو مدینہ سے مکہ لانے کا اصل سبب یہی تھا کہ وہ ان کے سوتیلے باپ اور ان کے سرپرست بن چکے تھے۔

مدنی حجّاج وزائرین مکہ میں

یہ حقیقت کہ مدینہ منورہ کے لوگ زیارت وعمرہ اور حج کے لیے مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے کسی شہادت کی محتاج نہیں کیونکہ یہ ایک مسلّمہ امر ہے اور اس سے انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو عقل سے بے بہرہ اور تعصّب و کج فہمی کا شکار ہو۔

---

[1] ابن سعد ۱/۷۹-۸۰

[2] اصابہ نمبر ۱۲۵۶، کتاب المنمق ۴۲۱

روایات میں بہر حال اس کے شواہد مل جاتے ہیں اور ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

۱۔ ثابت بن منذر بن حرام خزرجی، مشہور شاعر مدینہ وخزرج حضرت حسان بن ثابت خزرجی کے والد ماجد عمرہ کے لیے مکہ گئے، جیسا کہ ذکر آچکا ہے، اور انھوں نے ہی مطلب بن عبد مناف کو ان کے یتیم بھتیجے عبد المطلب کی اٹھان کے بارے میں خبر دی تھی۔

۲۔ اسلام سے قبل حضرت حسان بن ثابت خزرجی کے بارے میں روایت آتی ہے کہ وہ اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ حج کے لیے آئے تو عبد المطلب ہاشمی کی اہلیہ نتیلہ بنت جناب نمری قاسطی سے ملاقات ہوئی جو اپنے فرزند ضرار بن عبد المطلب کی گمشدگی پر رو رہی تھیں۔ ان کی حالت اتنی خستہ ہوگئی تھی کہ وہ پاگل سی ہوگئی تھیں۔ وہ مالدار خاتون تھیں اور موسم حج میں آہ وزاری کرنے کے علاوہ نذر دہرا رہی تھیں کہ اگر اللہ نے ان کے فرزند کو لوٹا دیا تو وہ کعبہ پر غلاف چڑھائیں گی۔ حضرت حسان خزرجی نے ان کے جزع و فزع پر اشعار کہے تھے اور ایک جذامی شخص کے ذریعہ سفید کپڑوں کا غلافِ کعبہ نذر کیا تھا[۱]

۳۔ مشہور روایات کے مطابق مطلب بن عبد مناف کو ان کے بھتیجے عبد المطلب ہاشمی کے بارے میں خبر دینے والا ایک عرب قبیلہ بنو الحارث بن عبد مناۃ کا ایک شخص یثرب سے گذرا اور اس نے شیبہ کو کچھ لڑکوں کے ساتھ تیر اندازی کرتے اور ہر نشانہ پر ٹھیک بیٹھنے والے تیر پر ان کو "انا شیبۃ بن ھاشم" کہتے ہوئے سنا تو مکہ آکر اس حارثی نے مطلب کو ان کے بھتیجے کی خبر دی۔ ان دونوں روایات میں کوئی تصادم نہیں ہے۔ حارثی نے بھی خبر دی تھی اور حضرت حسان کے والد نے بھی، دونوں ممکن ہیں۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرب قبائل کے افراد وجماعات بھی ان دونوں شہروں کا چکر لگایا کرتے تھے۔ خواہ وہ تجارت کے لیے ہو یا زیارت وعمرہ کے لیے[۲] حضرت حسان بن ثابت

۱؎ بلاذری ۱/۸۹-۹۰

۲؎ طبری ۲/۲۴۷-۲۴۸، ۲۶۸

خزرجی اور ان کے والد ثابت اور دادا منذر کے بارے میں روایات کا بیان دلچسپ ہے کہ ان تینوں کی عمریں ایک سو بیس سال ہوئیں اور ان کے علاوہ کم خاندان ہوں گے جن میں تین تین نسلوں کے افراد - دادا، بیٹا اور پوتا - اتنی عمر کے ہوئے ہوں[1] ان کی عمروں بالخصوص حضرت حسان کے والد ثابت خزرجی اور مطلب بن عبد مناف قریشی کی عمرو زمانے کے مطابق مکہ و مدینہ اور قریش اور اوس وخزرج کے تعلقات و روابط کی تاریخ کم از کم ڈیڑھ سو سال قبل بعثتِ محمدی چلی جاتی ہے اور عبد مناف کے تعلقات کو پیشِ نظر رکھا جائے جن کی پختہ شہادت مل گئی ہے اور ان کے والد قصی کے زمانے کو حساب میں لے لیا جائے تو چوتھی صدی عیسوی سے ان دونوں قبیلوں اور حرمین شریفین کے درمیان روابط استوار نظر آتے ہیں۔

عبد المطلب ہاشمی اور خاندانِ بنو عبد المطلب

عبد المطلب بن ہاشم قریشی کی والدہ ماجدہ سلمیٰ بنتِ عمرو خزرجی کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ ہمیں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کب تک زندہ رہیں اور نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے فرزند سے ملنے اور اپنے مرحوم شوہر کے گھر کے لوگوں کے ساتھ رہنے کے لیے مکہ آئیں یا نہیں لیکن قیاس یہی کہتا ہے کہ انھوں نے اپنے سسرال سے تعلق باقی رکھا تھا جس طرح عبد المطلب بن ہاشم قریشی نے اپنی ماں اور اپنی ننھال سے رابطہ برابر قائم رکھا اور اس کو مضبوط تر کرتے گئے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد المطلب ہاشمی کی ایک جائداد ذوالہرم نامی طائف میں تھی۔ وہ دراصل ایک چشمہ اور اس کے ارد گرد کا علاقہ تھا۔ وہ مدتوں سے ثقیف کے قبضہ میں تھا۔ عبد المطلب نے جب اپنی جائداد کا مطالبہ کیا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ شیخ ثقیف جندب بن حارث ثقفی اور عبد المطلب ہاشمی نے منافرہ کے لیے عذری کاہن کا انتخاب کیا جس کا نام عزی سلمہ

---

[1] اصابہ، ۱/۳۲۶؛ اسد الغابہ، استیعاب میں ترجمہ حضرت حسان بن ثابت خزرجی نیز دوسرے مصادر سیرت و شاعری

تھا اور جو شام میں رہا کرتا تھا۔ دونوں فریق کاہن کے پاس گئے۔ عبدالمطلب ہاشمی قریش کی ایک جماعت کے ساتھ گئے جس میں ان کے فرزند حارث بھی شامل تھے۔ اس وقت تک وہی اکلوتے فرزند تھے، کاہن نے جائداد اور منافرہ دونوں کا فیصلہ عبدالمطلب ہاشمی میں کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس سفر میں وہ مدینہ ضرور گئے تھے[1]

ایک اور منافرہ چشمۂ زمزم کے سلسلے میں عبدالمطلب ہاشمی اور بقیہ قریش کے درمیان ہوا تھا۔ جب عبدالمطلب نے چاہِ زمزم دریافت کر لیا تو اکابر قریش نے ان سے اپنا حق مانگا کہ چشمہ تو ان سب کے مشترکہ جد امجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔ سعد ہذیم کی کاہنہ کو حکم بنایا گیا جو شام کی سرحد کے قریب سکونت رکھتی تھی۔ فریقین شام کے لیے روانہ ہوئے اور ابھی سرحدِ عرب تک نہ پہونچے تھے کہ قریش کے زادِ راہ کا پانی ختم ہو گیا۔ عبدالمطلب نے پیاسے قریشیوں کو پانی پلایا تو ان کو ندامت ہوئی اور انھوں نے منافرہ کرنے سے احتراز کیا اور عبدالمطلب کے حق کو تسلیم کر لیا۔ اس سفر کے دوران بھی ان کا آتے جاتے دونوں مواقع پر گذر مدینہ سے ہوا اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے عزیزوں سے ملے تھے[2]

خاندانِ بنو عبد مناف میں ایک منافرہ عبدالمطلب ہاشمی کا ان کے چچا نوفل بن عبد مناف کے ساتھ ہوا۔ بنائے مخاصمت زمین و آراضی تھی۔ بلاذری کے مطابق مطلب بن عبد مناف کے انتقال کے بعد عبدالمطلب ہاشمی بے سہارا رہ گئے چنانچہ ان کے دوسرے چچا نوفل نے عبدالمطلب کی ار کاح (ساحات وافنیہ۔ میدانی آراضی) پر دیدہ دلیری سے قبضہ کر لیا۔ عبدالمطلب نے اس غاصبانہ قبضہ کے خلاف اپنے خاندان و قوم ــ بنو عبد مناف اور قریش ــ سے فریاد کی لیکن کسی نے ان کے خاندانی جھگڑے میں پڑنا پسند نہیں کیا۔ مجبوراً عبدالمطلب ہاشمی کو اپنے ننہالی رشتہ داروں بنو النجار / خزرج سے استعانت کرنی پڑی۔ راویوں کا بیان ہے کہ ان کی ایک کثیر جماعت اور بقول بغدادی اسّی افراد کی فوج مکہ آئی۔ انھوں نے

---

[1] ابن سعد ۱/۸۸؛ بلاذری ۱/۴/۷۔۷۵؛ بغدادی، کتاب المنمق ۹۸۔۱۰۳؛ مزید بحث: مضمون عبدالمطلب ہاشمی۔

[2] ابن ہشام ۱/۱۵۵۔۱۵۶؛ سہیلی ۲/۹۶۔۹۸، ۱۲۰ و مابعد مضمون عبدالمطلب ہاشمی۔ رسول کرمؐ کے دادا۔ ۲۷۔

صحن کعبہ کے قریب اپنے اونٹ روکے اور تیر و کمان سے لیس ہو کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ چچا نوفل نے یہ صورتِ حال دیکھی تو گھبرائے ان سے بات چیت کی اور چھینے ہوئے ارکاح عبد المطلب ہاشمی کو واپس کر دی بلکہ حسنِ سلوک میں کچھ مزید آراضی بھی ان کو دی، اور اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور عذر بھی پیش کیا۔ بنو النجار/خزرج کے رشتہ دار واپس مدینہ چلے گئے [۱] بعض راویوں کا یہ بیان کہ اس کے بعد بنو عبد مناف میں دراڑ پڑ گئی۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک طرف ہو گئے اور بنو عبد شمس اور بنو نوفل کا گروہ دوسرا بن گیا، جزوی طور سے صحیح ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ عارضی طور سے ایسا ہو، مگر یہ مستقل واقعہ امری نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا [۲]

عبد المطلب ہاشمی کے مدینہ منورہ اور خزرج کے پاس ملاقات کے لیے جانے کا ذکر نہیں ملتا یا کم ملتا ہے لیکن وہ بقول ابن اسحاق "صاحبُ عیرِ مکہ" (کاروانِ تجارتِ مکہ کو منظم کرنے والے) تھے اور ان کے بھتیجے حرب بن امیہ ان کے تجارتی شریک و ندیم تھے اور بعد میں عبد اللہ بن جدعان تیمی ان کے ندیم و شریکِ تجارت و کاروبار بن گئے تھے۔ ان حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شامی تجارت سے وابستہ رہے تھے اور شام آتے جاتے رہتے تھے۔ اپنے ان اسفار میں ان کا گذر اور قیام لازمی طور سے مدینہ منورہ سے اور بنو خزرج کے عزیزوں کے ساتھ رہتا تھا اور یہ پرانا تعلق و ربط تھا [۳]

زبیر بن عبد المطلب اور عبد اللہ بن عبد المطلب

بہر حال عبد المطلب ہاشمی کے دو فرزندوں کی مدینہ زیارت، قیام اور بنو خزرج کے ننھیالی رشتہ داروں سے تعلق کا پکا ثبوت ملتا ہے۔ ۵۷۱ء کے آغاز میں عبد المطلب

---

[۱] بغدادی، کتاب المنمق ۸۴ - ۸۸؛ بلاذری ۱/۶۹ - ۷۰؛ عبد المطلب ہاشمی۔ رسول اکرمؐ کے دادا۔
[۲] بحث کے لیے ملاحظہ ہو: خاندان بنو عبد مناف کے دو سماجی طبقات؛ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات
[۳] بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات؛ باب اول؛ عبد المطلب ہاشمی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا؛ تفصیلات کے لیے ابن سعد ۱/۸۷؛ ابن ہشام ۱/۵۰ - ۵۱؛ بلاذری ۱/۷۳ - ۷۴؛ کتاب المحبر ۱۷۳؛ کتاب المنمق ۵۵:

کے فرزندِ دلبند عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی تجارت کے لیے شام گئے۔ بلاذری وغیرہ کے مطابق عبداللہ کی مدینہ آمد کا مقصد یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ بنو عدی بن النجار کے ننہالی رشتہ داروں کی زیارت کے لیے گئے تھے۔ بعض روایات کے مطابق وہ مدینہ منورہ سے کھجوریں لینے کے لیے گئے تھے۔ لیکن اول الذکر روایت کو زیادہ ثقہ ومعتمد مانا گیا ہے۔[1] قریشی قافلے کی شام سے واپسی پر عبداللہ ہاشمی بیمار ہوگئے چنانچہ مدینہ منورہ پہونچ کر ان کو ان کے ننہالی رشتہ داروں کے ہاں دوا، علاج اور تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ مکی کاروانِ تجارت نے مکہ مکرمہ پہونچ کر عبدالمطلب ہاشمی کو فرزندِ عزیز کی بیماری کی خبر دی تو بوڑھے شفیق باپ نے اپنے دوسرے فرزند زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی کو بیمار بیٹے کی تیمارداری اور خبرگیری کرنے اور صحت کے بعد مکہ مکرمہ لانے کے لیے مدینہ بھیجا۔ زبیر ہاشمی یثرب پہونچے تو عبداللہ ہاشمی کی بیماری ناقابلِ علاج ہوچکی تھی اور کچھ دنوں کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ زبیر نے اپنے بھائی کی مدینہ کے دار نابغہ کے قبرستان میں تدفین کی اور واپس مکہ لوٹ گئے۔ بعض روایات کے مطابق وہ ان کے انتقال کے بعد مدینہ پہونچے تھے۔ بہرحال وہ عبداللہ ہاشمی کا مال واسباب وترکہ بھی مکہ لائے۔[2]

حضرت عباس بن عبدالمطلب

مکہ مکرمہ کے خاندانِ بنو عبد مناف کے تمام افراد ورجال کے مدینہ منورہ اور خاص کر بنو عدی بن نجار/خزرج سے ہمیشہ روابط رہے۔ ننھالی رشتہ داری عرب سماج میں بڑی قدر وقیمت اور دوررس سیاسی اثرات کی حامل رہی تھی۔ اس لیے ازدواجی تعلقات مختلف خاندانوں اور قبیلوں سے قائم کیے جاتے تھے۔ اور وہ اپنے

[1] بلاذری ۹۲/۱

[2] ابن سعد ۹۹/۱؛ بلاذری ۹۲/۱؛ ابن ہشام ۱۱۷/۱؛ سیرت حلبیہ ۶۳/۱-۶۴؛ دیار بکری ۲۱۱/۱، طبری ۲/۱۵ اور ۲۴۶ بحوالہ امام زہری مع واقدی وترجیح روایت واقدی؛ عبدالمطلب ہاشمی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا؛ نیز مضمون عم نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرت نبوی؛ شبلی ۱۶۹/۱؛ ادریس کاندھلوی ۴۵/۱-۴۶ بحوالہ زرقانی ۱۰۹/۱ مودودی سیرت ۹۰/۲؛ ابوالحسن ندوی ۹۹؛ جعفر شاہ پھلواری؛ صفی الرحمٰن مبارکپوری ۸۱-۸۲ وغیرہ۔

داما دوں اور ان کی اولادوں کے لیے ہمیشہ سراپا مہر و شفقت اور محبت و خاطر ثابت ہوتے اور اس نازک رشتہ کا لحاظ کرتے۔ حضرت عبدالمطلب بن ہاشم اور ان کی اولادوں کو بنو عدی بن نجار / خزرج نے ہمیشہ "اپنی بہن کی اولاد" ہی سمجھا اور اس کی ہمیشہ رعایت کی۔ حدیث نبوی میں ارشاد گرامی ہے۔ ابن اخت القوم منہم[1] اس کی ایک اور مثال ان تعلقاتِ حرمین کے حوالے سے پیش کی جاتی ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی غزوہ بدر ۲ھ / ۶۲۴ء میں مسلمانانِ مدینہ کے ہاتھوں قید ہوئے اور جنگی اسیر بنے۔ اسیرانِ بدر کے لیے جب مہر نبوی سے فدیہ لینے اور آزاد کرنے کا فیصلہ ہوا تو امام بخاری کی ایک روایت بسند حضرت انس بن مالک خزرجی کے مطابق "انصار کے کچھ مردانِ کار نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہمیں ہماری بہن کے فرزند عباس کا فدیہ معاف کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم ان سے ایک درہم بھی نہیں چھوڑ سکتے"[2] حافظ ابن حجر نے "ابن اختنا" کی تشریح میں حضرت عبدالمطلب ہاشمی کی والدہ ماجدہ سے رشتہ داری کا حوالہ دیا ہے[3]

انھیں حضرت عباس ہاشمی کے بارے میں شامی تجارت کے حوالے سے یہ ذکر آتا ہے کہ وہ تجارت کے لیے شام جاتے تھے تو مدینہ منورہ سے گذرا کرتے اور وہاں قیام کرتے تھے اور ان میں سے کئی ایک سے ان کے تعلقات استوار تھے اور معروف تو تھے ہی۔ ہجرتِ مدینہ سے قبل حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی اور مدینہ منورہ کے دو اکابر حضرات کعب بن مالک خزرجی اور براء بن معرور خزرجی سے تعلقات تھے اور وہ ان دونوں کے شناسا تھے کہ وہ برابر مدینہ منورہ کے لیے جایا کرتے تھے[4] اس روایت کا ایک خوبصورت نکتہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ان دونوں

---

[1] بخاری کتاب المناقب، باب عنوان ہذا؛ فتح الباری ۶/ ۶۷۵ وغیرہ۔

[2] کتاب المغازی، باب ۱۲۔ بلاعنوان، حدیث ۴۰۱۸؛ فتح الباری ۷/ ۴۰۰ ومابعد

[3] فتح الباری ۷/ ۴۰۲

[4] ابن ہشام ۲/ ۴۸-۴۹؛ سہیلی ۴/ ۸۰-۸۱ وغیرہ

حضرات کا تعارف کرایا گیا تو آپ نے حضرت کعب بن مالک کو شاعر کی حیثیت سے پہچانا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ والوں سے واقف تھے۔

نبوی تعلقات۔ قبل از بعثت

خاندانِ بنی عبد مناف کے چند اور افراد کی زیارتِ مدینہ کا واضح ذکر ہماری روایاتِ سیرت میں ملتا ہے۔ ان میں سے مشہور ترین اور عظیم ترین زیارت و سفر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو آپ نے اپنے بچپن میں کیا تھا۔ روایات میں ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب زہری آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ ان کے ساتھ آپ کی "انا" ام ایمن حبشیہ بھی تھیں۔ بعض کے مطابق اس سفر کا مقصد بی بی آمنہ کے شوہر مرحوم عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کے قبر کی زیارت کرنا تھا۔ جب کہ بعض دوسروں کے مطابق وہ بنو النجار/ خزرج کے ننہالی رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔ تطبیق دینے والے قدیم و جدید سیرت نگاروں اور محدثوں نے ان دونوں مقصدوں کو ان کے پیشِ نظر ہونا بتایا ہے۔[1]

---

[1] ابن ہشام ۱/۱۷۹ ان ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمنہ توفیت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ست سنین بالأبواء بین مکة والمدینة: کانت قد قدمت علی أخواله من عدی بن النجار تزیرہ ایاھم، فماتت وھی راجعة به الی مکة۔

قال ابن ھشام: ام عبد المطلب بن ھاشم سلمی بنت عمرو النجاریة، فھذہ الخؤلة التی ذکر ابن اسحاق لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم۔ ۱/۱۸۰۔ سہیلی ۲/۱۸۴–۱۸۷ بحث بر وفات و ایمان و عدم ایمانِ آمنہ۔ زیارتِ مدینہ اور مقصد سے بحث ندارد؛ ابن سعد ۱/۱۱۶–۱۱۷؛ بلاذری ۱/۹۴؛ طبری ۲/۲۴۶ نیز ۱۶۵ بالخصوص ۱۶۵–۱۶۶ بمطابق ابن ہشام؛ ابن سید الناس ۱/۵۵ بحوالہ ابن اسحاق۔ شبلی ۱/۱۷۵: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر مدینہ گئیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی ننہال خاندانِ نجار میں تھی، وہیں ٹھہریں .... مورخین نے لکھا ہے

سہیلی کی تشریح میں ساری بحث بی بی آمنہ کی وفات اور ان کے ایمان لانے یا نہ لانے سے متعلق ہے اور ان کی زیارتِ مدینہ اور اس کے مقصد و محرک سے کوئی تعلق نہیں رکھا ہے۔ گویا کہ ابنِ اسحاق و ابنِ ہشام کو کافی سمجھا ہے۔ ابن سعد کی روات میں کچھ اضافے ہیں: (۱) آمنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ننہالی رشتہ داروں (اخوالہ) بنو عدی بن النجار کی زیارت کرانے کے لیے مدینہ گئیں (۲) آپؐ کے ساتھ آپ کی انا (حاضنۃ) ام ایمن بھی تھیں۔ (۳) وہ دو اونٹوں پر سوار ہو کر گئے (۴) بی بی آمنہ آپؐ کو لے کر دار النابغہ میں مقیم ہوئیں (۵) ان کے پاس آپؐ کے ساتھ ایک ماہ قیام کیا (۶) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں اپنے اس قیامِ مدینہ کے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے۔ (۷) آپؐ نے (بعد ہجرت) بنو عدی بن النجار کی گڑھی (اطم) دیکھی تو فرمایا کہ (الف) میں اس گڑھی میں ایک لڑکی انیسہ نامی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ (ب) میں اپنے ننہالی رشتہ داروں (اخوالی) کے بچوں کے ساتھ وہاں بیٹھنے والے پرندوں کو اڑایا کرتا تھا۔ (ج) دار (احاطہ) کی طرف دیکھا

= ہے کہ آپ کی والدہ اس ننہالی رشتہ کی وجہ سے مدینہ گئیں لیکن یہ رشتہ دور کا رشتہ تھا۔ قیاس میں نہیں آتا کہ صرف اتنے سے تعلق سے اتنا بڑا سفر کیا جائے۔ میرے نزدیک بعض مورخین کا یہ بیان صحیح ہے کہ حضرت آمنہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے گئی تھیں جو مدینہ میں مدفون تھے...“ - سلیمان منصور پوری ۲/۹۴: ”....اور پھر ان کو ساتھ لے کر یثرب گئیں ننہال کے ملنے کا بہانہ تھا اور غالباً بے وطن متوفی شوہر کی مٹی دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا تھا۔ وہاں ایک مہینہ تک دار النابغہ میں قیام کیا...“۔ ادریس کاندھلوی ۱/۸۵: ”...حضرت آمنہ نے مدینہ کا قصد فرمایا اور آپ کو بھی ساتھ لے گئیں... ایک ماہ اپنے میکہ میں قیام کیا“ مودودی ۲/۹۹: ...”بی بی آمنہ آپ کی پر دادی (جناب عبد المطلب کی والدہ) کے خاندان بنی عدی بن نجار سے ملانے کے لیے آپ کو ام ایمن کے ساتھ مدینے لے گئیں اور ایک مہینہ وہاں رہیں...“ بحوالہ ابن اسحاق و ابن سعد، ابن حزم و ابن قیم - ابو الحسن علی ندوی ۲/۱۰: ”...خرجت بہ امہ الی المدینۃ یثرب، تزیرہ خؤولتہ جدہ فیہا وتزور قبر بعلہا الحبیب...“ مبارکپوری ۸۷ - ۸۸: ....”حضرت آمنہ کا ارادہ ہوا کہ وہ اپنے متوفی شوہر کی یادِ وفا میں یثرب جا کر ان کی قبر کی زیارت کریں چنانچہ وہ اپنے یتیم بچے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اپنی خادمہ ام ایمن اور اپنے سرپرست عبد المطلب کی معیت میں کوئی پانچ سو کلو میٹر کی مسافت طے کر کے مدینہ تشریف لے گئیں“

تو فرمایا کہ یہاں میری ماں میرے ساتھ ٹھہری تھیں (د) اور اسی احاطہ میں میرے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے (س) میں بنو عدی بن النجار کے کنویں / تالاب (بئر) میں خوب پیراکی کیا کرتا تھا۔ (ط) کچھ یہودی قوم کے لوگ آپؐ کو دیکھنے آیا کرتے تھے اور بقول ام ایمن کہا کرتے تھے کہ آپ اس امت کے نبی ہیں اور (یہ شہر) آپ کا دارِ ہجرت ہے (۸) آپؐ کی والدہ آپ کو لے کر مکہ واپس ہوئیں (۹) جب وہ سب ابواء میں تھے تو آمنہ بنت وہب کا انتقال ہو گیا (۱۰) ان کی قبر وہیں ہے (۱۱) ام ایمن آپؐ کے ساتھ ان دونوں اونٹوں پر مکہ واپس آئیں (۱۲) وہ آپؐ کی والدہ ماجدہ کے ساتھ آپ کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔

بلاذری کی مختصر روایت میں بعض نئی اور اہم معلومات ہیں جو بالعموم ہمارے سیرت نگاروں کی نظر سے اوجھل رہ گئی ہیں۔ اول یہ کہ آپ کی والدہ مدینہ میں اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرنے لیے گئیں جیسا کہ وہ زیارت کے لیے جایا کرتی تھیں۔ دوم یہ کہ بی بی آمنہ کے ساتھ اس سفر میں عبدالمطلب بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انا ام ایمن بھی: ومعہا عبدالمطلب وام ایمن۔ دوسری روایت میں جو لفظ یقال (کہا جاتا ہے) سے شروع کی ہے کہ یہ دراصل عبدالمطلب تھے جو بنو النجار کے اپنے ننہالی رشتہ داروں سے ملاقات کرنے اور ان کی زیارت کرنے آئے تھے۔ اور اپنے ساتھ آمنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لائے تھے۔ اور یہی سب سے زیادہ قرینِ صحت روایت ہو سکتی ہے۔

تمام قدیم و جدید سیرت نگاروں اور تاریخ نویسوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے سفرِ مدینہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کے سفر کے طور پر بیان کیا ہے اور اس کی طرح ابن اسحاق اور ان کے بنیادی راویوں نے ڈالی ہے۔ بعد میں آنے والے اہلِ قلم اور سیرت نگاروں نے ابن اسحاق وغیرہ کے قدیم اندازِ نگارش اور طرزِ پیشکش کو پوری طرح قبول کر لیا۔ اس کے نتیجے میں کئی غلطیوں کے علاوہ مختلف نوعیت کے ابہام بھی پیدا ہو گئے۔

قدیم روایات میں یہ ذکر واضح طور سے ملتا ہے کہ حضرت آمنہ آپؐ کے ننہالی رشتہ داروں (اخوالہ) سے ملنے کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔ حالانکہ وہ

بنی عدی بن نجار / خزرج نہ تو آپؐ کے "اخوال" تھے اور نہ آپؐ کی والدہ ماجدہ کے۔ وہ دراصل آپ کے دادا عبدالمطلب کے "اخوال" تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو پردادی کے رشتہ سے وہ ان کے ددھیالی عزیز و قریب تھے اور بی بی آمنہ کے رشتہ سے اور ان کے مرحوم شوہر حضرت عبداللہ کے لحاظ سے ددھیالی رشتہ ہی بنتا ہے۔ بعض راویوں نے محض قیاس و تخمین کی بنا پر مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کا محرک تلاش کیا جو عرب روایات کے خلاف ہے اور قیاس و استنباط کے بھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شوہر کی وفات کے چھ سال بعد ان کی زیارت کا شوق کیوں کر پیدا ہوا۔ پھر اس مقصد سے سفر کر کے ایک ماہ دور کے رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرنا اور بھی بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ رشتہ داروں سے ملاقات و زیارت کی خاطر جانے کے سبب اتنا طویل قیام مہمانی سمجھنے اور سمجھ میں آنے والی بات معلوم ہوتی ہے۔ ان تمام روایات میں ان دو خواتین کا دو اونٹوں پر ایک لڑکے کے ساتھ مدینہ منورہ کے پانچ سو کلومیٹر کا سفر کرنا ناممکن تھا۔ اس میں کم از کم ایک ہفتہ ورنہ ایک عشرہ لگتا تھا۔ آمد و رفت کے بیس دنوں میں بغیر مرد اور کارواں کے سفر کرنا جان جوکھم کا کام تھا اور عبدالمطلب جیسے شفیق و کریم دادا کی موجودگی میں جو ایک لمحہ کے لیے نگاہوں سے اوجھل ہوتے پر مضطرب ہوجاتے تھے، قطعی ناممکن تھا۔ ننہالی رشتہ بڑا عزیز و دیرپا ہوتا تھا اور نسل در نسل اس کا اثر رہتا تھا اور عبدالمطلب کی توماں کا گھر تھا۔

حقیقی صورت حال یہ تھی کہ ۵۷۶ء کے قریب عبدالمطلب ہاشمی نے مدینہ کا سفر کیا تھا جیسا کہ بلاذری کی ایک روایت ہے۔ یہ ان کا دہ سفر تھا جو انھوں نے اپنے ننہالی رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے کیا تھا اور وہ اکثر بقول بلاذری جایا کرتے تھے حالانکہ زیارتِ مسلسل کی نسبت آمنہ کی طرف کی ہے کہ وہی ان کے نزدیک محرک و بانیِ سفر مدینہ تھیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ عبدالمطلب اکثر مدینہ جایا کرتے تھے۔ زیارت مقصد تھی اور تجارت بھی رہی ہوگی اور اس بار جب وہ مدینہ تشریف لے گئے تو اپنی بہو اور پوتے کو بھی ساتھ لے گئے اور ظاہر ہے کہ وہ ایک کارواں کے ساتھ گئے تھے جس کا ذکر نہیں ملتا۔

اوس وخزرج کی قریشِ مکہ سے حلف کی مساعی

بنیادی طور سے مدینہ منورہ کے دونوں عرب قبیلہ اوس وخزرج ایک دوسرے کے قریبی عزیز تھے اور خون کے رشتہ دار۔ لیکن قبائلی اور سیاسی اختلافات نے ان کو دو متحارب قبیلوں میں منقسم کر دیا تھا اور وہ مسلسل ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہنے تھے۔ یہ دراصل یہودی سازش تھی، ان کے متعدد قبیلے مدینہ میں آباد تھے اور وہ آبادی کے لحاظ سے عربوں سے بہت کم تھے، لیکن تمام وسائل پیداوار اور قومی دولت وسیادت پر وہ قابض ہو گئے تھے اور یہ قبضہ ان کی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی حکمتِ عملی پر مبنی تھا۔ اس لیے وہ بڑی حکمت وہوشیاری کے ساتھ اوس وخزرج کو ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف آمادۂ پیکار رکھنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے اوس وخزرج دونوں کے قبیلوں سے حلف کے معاہدے کر رکھے تھے۔ بعض یہودی قبیلے اوس کے حلیف بن گئے تھے اور بعض خزرج کے۔ ابنِ ہشام کے مطابق بنو قینقاع اور ان کے ہمنوا خزرج کے حلفاء تھے اور بنو النضیر و بنو قریظہ اور ان کے ہمنوا اوس کے حلیف تھے۔ وہ ان کو جنگ میں تعاون دیتے تھے اور زمانۂ امن میں ان کو ہتھیار اور قرض فراہم کیا کرتے تھے۔[1]

اوس وخزرج میں عددی اعتبار سے خزرج کو برتری حاصل تھی اور فوجی، سیاسی اور مالی لحاظ سے بھی وہ فائق تھے۔ باہمی اختلاف اور خانہ جنگی نے ان کو خاصا کمزور کر دیا تھا اور ان کو یہودی حلیفوں پر زیادہ بھروسہ بھی نہیں رہا تھا۔ شاید وہ کسی حد تک ان کی حکمتِ عملی بھی سمجھنے لگے تھے۔ بالخصوص جنگِ بعاث ۶۱۵ء کے بعد وہ دونوں نئے حلیفوں کی تلاش میں تھے۔ اس مقصد کے لیے ان کی نگاہ لازمی طور سے قریشِ مکہ کی طرف اٹھتی تھی، کیونکہ عربوں میں وہ سب سے طاقتور فریق تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس و

---

[1] ابن ہشام ۲/۳۸ بالخصوص ۱۶۴-۱۶۵؛ سہیلی ۲۷۸؛ بلاذری ۱/۲۳۸؛ ابن سعد ۱/۲۱۹؛ سمہودی

خزرج دونوں کے وفود اس مقصد کے لیے مکہ مکرمہ آنے لگے تھے۔ ان میں شاید اوس نے پہل کی تھی کہ وہ کمزور فریق تھے اور خزرج کے خلاف اک طاقتور حلیف کی تلاش میں تھے اور قریش سے بہتر کون حلیف بنتا [۱]

ابن اسحاق کی ایک روایت میں ہے کہ ابوالحیسر انس بن رافع اوسی اپنے قبیلہ بنو عبد الاشہل / اوس کے ایک نوجوان گروہ کے ساتھ مکہ آئے۔ ان میں ایک نوجوان ایاس بن معاذ بھی شامل تھے جو غالباً اپنے فہم و عقل کی بناپر رکن بنے تھے، وہ اپنی قوم خزرج کے خلاف حلف کرنے کے لیے مکہ پہونچے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی خبر ملی تو آپؐ نے ان سے ملاقات کر کے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ ایاس بن اوس نے اس کو حلفِ قریش سے بہتر گردانا اور اسلام قبول کرنے کا مشورہ دیا، مگر رئیسِ وفد نے انکار کر دیا اور ایاس کو برا بھلا کہا۔ شاید قریش سے حلف کا معاہدہ نہ ہو سکا اور وفد مدینہ واپس چلا گیا۔ روایت کے مطابق یہ وفدِ اوسی جنگِ بعاث سے قبل آیا تھا، کیونکہ حضرت ایاس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اس واقعہ کے بعد انتقال فرما گئے اور ان کو ان کے ساتھی اور رفیق مسلم گردانتے تھے، کیونکہ وہ وفات کے وقت کلمۂ طیبہ کا ورد کر رہے تھے جو انھوں نے آپؐ سے سنا تھا[۲]۔ بلاذری میں کچھ اضافہ ملتا ہے اور اختلاف بھی، اول یہ کہ اوس کی ایک قوم مکہ آئی تھی تاکہ خزرج کے خلاف قریش سے حلف کریں، کیونکہ ان کے درمیان حرب و جنگ ہوتی رہتی تھی۔ دوم یہ کہ انس بن رافع نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جو ردِّ عمل ظاہر کیا وہ یہ تھا کہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ ہم اپنے دشمنوں کے خلاف قریش سے معاہدۂ حلف کرتے آئے تھے اور اب واپس ہوں تو قریش ہی ہمارے دشمن بن جائیں [۳]

بلاذری نے مدینہ کے انصار کے مکہ آنے کے بارے میں ایک عمومی روایت بیان کی ہے جو حقیقتِ واقعہ کی غماز و عکاس ہے۔ لکھا ہے کہ انصار کی قوم یکے

---

[۱] بلاذری ۲۳۸/۱

[۲] ابن ہشام ۳۶/۲-۳۷؛ سہیلی ۲۲/۴، ۶۷-۶۸؛ بلاذری ۲۳۸/۱

[۳] بلاذری ۲۳۸/۱

بعد دیگرے مکہ مکرمہ مختلف کاموں سے آیا کرتی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دعوت دیا کرتے تھے۔ بعض اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ ہم اس کام سے نہیں آئے اور بعض کچھ نہیں کہتے اور خاموشی اختیار کرتے۔ پھر قیس بن الحطیم آئے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت دی۔ پیغام رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انھوں نے کلام عجیب کی تعریف کی اور اگلے سال تک کی مہلت مانگی کہ واپس آکر جواب دوں گا لیکن سال گزرنے سے پہلے وہ مر گئے۔[1]

اگرچہ سوید بن صامت کی مکہ آمد معاہدۂ حلف کی خاطر نہ تھی مگر وہ بہر حال مکہ والوں سے ایک مدنی شخصیت کے تعلق کو اجاگر کرتی ہے مختلف اہل قلم نے ان کی آمد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ جنگ بعاث سے پہلے مکہ آئے تھے۔ مقصد عمرہ کرنا تھا یا حج کرنا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ہوئی تو کلام نبوی کو پسند کیا، مگر اسلام قبول نہ کیا۔ مدینہ واپس گئے تو قتل کر دئے گئے اور ان کے قتل ناحق نے ہی جنگ بعاث بھڑکائی۔ ان کے عقیدت مندوں اور رشتہ داروں کا خیال تھا کہ وہ مسلم ہو چکے تھے۔[2]

شامی تجارت کے حوالہ سے

مکہ مکرمہ سے شام جانے والے تمام کارواں اور تجارتی قافلے آتے جاتے مدینہ / یثرب سے گذرتے تھے۔ عہد جاہلی اور عہد اسلامی دونوں میں یثرب / مدینہ قریش اور دوسرے عرب تاجروں کے لیے ایک اہم منزل کا کام دیتا تھا۔ یثرب خود ایک اہم تجارتی منڈی تھا اور کم از کم کھجور کی ضروریات کے لیے مکہ والے اسی کی طرف رجوع کرتے اور خرید کرتے تھے، جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔ اور عبد اللہ بن عبد المطلب ہاشمی کے آخری تجارتی سفر کی بابت ایک روایت یہ بھی آتی ہے کہ ان کے والد ماجد نے ان کو یثرب سے ہی کھجوریں لانے کے لیے

---

[1] بلاذری ۱/ ۲۳۸

[2] بلاذری ۱/ ۲۳۸؛ ابن ہشام ۲/ ۳۴-۳۶؛ سہیلی ۴/ ۴۰-۴۱، ۵۱-۶۷؛ نیز کتب سیرت و تاریخ۔

بھیجا تھا۔ مدینہ کھجوروں کی پیداوار اور فروخت کے لیے مشہور رہا۔ ان دو اسباب سے بھی اہلِ مکہ و افرادِ قریش کے سماجی تعلقات اہلِ یثرب و مدینہ سے مدتوں سے قائم ہو چکے تھے۔ ان کا مفصل تذکرہ تو "قریشِ مکہ کی شامی تجارت" نامی مقالے میں آچکا ہے۔ یہاں صرف ان کے بعض اکابر کے یثرب و مدینہ سے تعلقات کا ذکر مختصر نکات کی صورت میں کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق بکثرت مدینہ سے گذرا کرتے تھے، دورِ جاہلی میں بھی اور اسلامی عہد کے شروع میں بھی۔ اس لیے وہ مدینہ والوں میں معروف تھے۔

۲۔ حضرت زبیر بن عوام اسدی تجارتِ شام کے لیے جاتے ہوئے مدینہ منورہ سے گذرا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی شامی تجارت کے لیے معروف تھے، وہ کئی بار یثرب و مدینہ سے گذرے تھے۔

۴۔ رسولِ اکرمؐ حضرت محمد بن عبد اللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم جوانی میں قریشی تجارتی سلسلے سے منسلک ہوئے تو مختلف بازاروں سے تجارت کے علاوہ شام سے تجارت کے لیے بھی کئی بار تشریف لے گئے۔ کم از کم دو تین بار تو صرف حضرت خدیجہ بنتِ خویلد اسدی کے تجارتی سلسلے سے وابستہ ہونے کے سبب شام تشریف لے گئے اور ہر بار مدینہ منورہ سے گذرے تھے۔ ظاہر ہے کہ آپؐ نے وہاں قیام بھی فرمایا تھا، لیکن افسوس ہے کہ ہماری روایات میں ان کی تفصیلات نہیں ملتیں۔

۵۔ ابوطالب بن عبد المطلب ہاشمی نے ۵۸۳ء کے لگ بھگ اپنا مشہور سفرِ تجارت کیا تھا جس میں رسول اکرم صلی اللہ بھی بارہ سال کی عمر میں تشریف لے گئے تھے۔ ابوطالب ہاشمی کا یہ سفرِ شام اکلوتا نہیں تھا۔ روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی قومی تجارت اور آبائی کاروبار کے فروغ کے لیے برابر شام آیا جایا کرتے تھے اور یثرب سے گذرا کرتے تھے۔

۶۔ ابولہب ہاشمی بن عبد المطلب اور اس کا فرزند عتبہ ہاشمی بھی شامی تجارت سے وابستہ تھے اور ابولہب نے ہی عتبہ کو شامی تجارتی سفر پر بھیجا تھا جہاں ایک شیر کے ہاتھوں اس کی زندگی کا خاتمہ حوران نامی شہر میں ہوا۔ یہ مکی عہدِ نبوی کا واقعہ

ہے۔ غالبًا وسطِ عہد کا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام کی مخالفت میں دونوں باپ بیٹے حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔

۷۔ اسود بن عبدالمطلب اسدی اور اس کا فرزند زمعہ بن اسود بھی تجارت کے لیے برابر شام جایا کرتے تھے۔

۸۔ مشہور دشمنِ اسلام ابوجہل مخزومی شامی تجارت سے وابستہ تھا اور اس کے قافلے برابر شام جاتے رہتے تھے۔ مکی دورِ نبوی میں اس کی تجارتِ شام کا قرینہ ملتا ہے، مگر مدنی دور میں روایات کی گواہی بھی اس قرینہ کو شہادت کا درجہ دے دیتی ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی کے اولین اسلامی سریہ سیف البحر کے دوران ناحیہ العیص میں جس قریشی تجارتی کارواں سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہوئی تھی اس کا امیرِ کارواں ابوجہل بن ہشام ہی تھا، جو تین سو مکی سواروں کے ساتھ شام سے آرہا تھا۔[1]

۹۔ اسی فرعونِ امت کے فرزند عکرمہ بن ابی جہل مخزومی کی قیادت میں ایک اور قریشی تجارتی قافلے سے مڈبھیڑ سریۂ عبیدہ بن حارث مطلبی کی تاخت کے زمانے میں ہوئی تھی۔ یہ قافلہ بھی شامی تجارت کے سفر سے واپس آرہا تھا۔[2]

۱۰۔ ایک اور مکی حلیف حضرت نضر بن سفیان ہذلی کے کاروانِ تجارت کے شام جانے کا واضح ذکر روایات میں ملتا ہے۔[3]

تمام تفصیلات کا پیش کرنا یہاں ضروری نہیں اور نہ ممکن ہے۔ اس کا اصل محل شامی تجارت کا موضوع ہے۔ ان سے بہرحال یہ واضح و ثابت ہوتا ہے کہ قریشِ مکہ اور دوسرے باشندگانِ حرم کے تجارتی قافلے برابر شام جایا آیا کرتے تھے اور وہ بہرحال یثرب و مدینہ سے گذرا کرتے تھے۔ ان تجارتی تعلقات نے ان کو اہلِ یثرب اور اوس و خزرج سے بالخصوص روشناس کرایا تھا اور ان کے درمیان سماجی تعلقات استوار کیے تھے اور یہ تعلقات قدیم، زمانۂ دراز سے قائم، مسلسل اور دوامی تھے، جو ہر

---

[1] ابن ہشام ۲/۲۲۹ - ۲۳۰

[2] ابن ہشام/۲/۲۲۴ - ۲۲۵

[3] ابن سعد ۱/۱۶۱

دور میں جاری ساری رہے۔

دوسرے اکابر مکہ مدینہ کے تعلقات

خاندانِ بنی عبد مناف کے حوالے سے مکہ اور مدینہ کے قدیم معاشرتی تعلقات کے جائزے و تجزیے ہی سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حرمین شریفین کے دوسرے اکابر و شیوخ اور عوام کے روابط یقیناً رہے تھے۔ اور نہ صرف عہد اسلامی میں بلکہ عہدِ جاہلی میں بھی۔ وجوہ و عناصر اور اسباب و عوامل پر پہلے ہی بحث آ چکی ہے۔ مختصراً یہ کہ شامی تجارت کے لیے مدینہ منورہ سے گذرنا اور اس کا ایک منزل و قیام گاہ ہونا اکابرِ قریش و مکہ کو اہلِ مدینہ سے جوڑتا تھا اور مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کی موجودگی کے سبب ہر وقت زائرین اور حاجیوں کا آنا مدینہ والوں اور دوسرے عربوں کو مکہ و اکابرِ حرم سے وابستہ کرتا تھا۔ تیسرا عامل یہ بھی تھا کہ خاندانِ بنی عبد مناف کے خوشگوار تعلقات و روابط نے بھی دوسروں کو مدینہ و مکہ والوں سے تعلقات جوڑنے اور استوار کرنے اور انھیں قائم و دائم رکھنے پر آمادہ کیا ہوگا۔ اگرچہ روایات میں ان کا حوالہ کم کم آتا ہے۔ یہ ابھی تحقیق طلب موضوع ہے اور اس میں دقت بھی درکار ہے لیکن سرِ دست چند حوالے ہی کافی ہوں گے۔

۱۔ ان میں غالباً سب سے مشہور و معروف روایت مدینہ کے حضرت سعد بن معاذ اوسی اور مکہ و قریش کے سردار امیہ بن خلف جمحی کے درمیان تعلق و محبت کے بارے میں ہے۔ دونوں اپنے قبیلوں کے سردار تھے: حضرت سعد بن معاذ اوس کے شیخ تھے اور امیہ بن خلف جمحی بنو جمح کے بزرگ اور سید ہونے کے علاوہ اکابرِ قریش و مکہ میں بھی ممتاز و سرخیل تھا۔ امام بخاری کی روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ نے بیان کیا (اور وہ امیہ بن خلف کے دوست تھے) کہ امیہ بن خلف جب مدینہ سے گذرتا تھا تو حضرت سعد کے ہاں مہمان ہوتا اور حضرت سعد جب مکہ سے گذرتے تو امیہ کے گھر اترتے تھے[۱]

---

[۱] کتاب المغازی، باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل ببدر؛ فتح الباری ۷/۱۵۱، ۳۵۳

روایت میں آگے ہے کہ "ہجرتِ نبوی کے بعد سعد رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لیے مکہ آئے تو امیہ کے ہاں ٹھہرے اور امیہ سے کہا کہ مجھے کسی خالی وقت میں طواف بیت اللہ کے لیے لے چلو۔ لہٰذا امیہ جمحی ان کو نصف النہار کے وقت لے چلا تو راستہ میں ابوجہل سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے امیہ سے اس کے ساتھی کے بارے میں پوچھا تو وہ پھٹ پڑا کہ تم نے گمراہوں کو پناہ دے رکھی ہے اور تم ان کی امداد واعانت کر رہے ہو کیا تم امن وسکون سے مکہ میں طواف کر سکتے ہو؟ اللہ کی قسم اگر تم ابوصفوان کے ساتھ نہ ہوتے تو اپنے گھر والوں کے پاس صحیح سالم نہ لوٹتے حضرت سعد اوسی نے بلند آواز سے فرمایا: اللہ کی قسم اگر مجھ کو اس سے روکو گے تو ہم تم کو اس سے زیادہ سخت چیز سے ضرور ہی روک کر رہیں گے اور وہ ہے تمہارا مدینہ کا راستہ۔ امیہ نے بہرحال بیچ بچاؤ کرایا اور حضرت سعد نے امیہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید سنائی کہ وہ اس کو قتل کرنے والے ہیں۔ اس پر وہ اتنا خوفزدہ ہوا کہ مکہ سے نکلتا نہ تھا اور غزوۂ بدر میں بھی جانا نہیں چاہتا تھا مگر اسے ابوجہل جیسے لوگ زبردستی لے گئے اور وہاں وہ نبوی پیشگوئی کے مطابق قتل ہوا[1]

اس روایت میں بعض اہم نکات ہیں جن کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت سعد بن معاذ اوسی اور امیہ بن خلف جمحی دونوں قدیم دوست تھے اور دونوں مکہ مدینہ میں ایک دوسرے کے مہمان بنتے تھے۔

۲۔ یہ دوستی اور تعلق و ربط عہدِ جاہلی سے تھا اور برابر قائم رہا، اسلام اور ہجرت دونوں نے اس کو متاثر نہ کیا۔ مکی عہدِ نبوی کے تیرہ برسوں میں وہ دونوں مکہ و مدینہ آتے جاتے رہے اور ایک دوسرے کے گھر میں مہمان ہوتے رہے

۳۔ اسلام کے بعد بھی دونوں کی دوستی برقرار رہی اور ہجرتِ نبوی کے بعد بھی حضرت سعد اوسی نے غزوۂ بدر سے قبل مکہ میں عمرہ کرنے کے لیے آنے کے بعد امیہ جمحی کے ساتھ ہی قیام کیا اور اسی کی رہنمائی میں عمرہ و طواف کے لیے گئے۔

۴۔ ابوجہل مخزومی نے اہلِ مدینہ کے لیے طواف و عمرہ اور حج بند کرنے کی

---

[1] فتح الباری، مذکورہ بالا۔ بخاری مذکورہ بالا۔

دھمکی دی اور اس کے ردّعمل اور جواب میں حضرت سعد اوسی نے قریش و اہلِ مکہ کے لیے مکہ سے مدینہ جانے والے راستے کو بند کرنے کی وعید سنائی۔

۵۔ یہ دراصل ان کی مدنی اور شامی تجارت کو بند کر دینے کی دھمکی تھی جیسا کہ تمام اہلِ حدیث و سیر نے بیان کیا ہے۔

مدینہ منورہ کے دوسرے رئیس اعظم اور قبیلہ خزرج کے شیخ اکبر حضرت سعد بن عبادہ بخاری خزرجی مکہ مکرمہ کے شیخ اور خاندانِ بنی عبد مناف کے ایک سید مطعم بن عدی نوفلی قریشی کے دوست تھے، اور مکہ مکرمہ سے ان کا تعلق خاصا قدیم تھا۔ ۶۲۱ء میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس و خزرج کے بارہ نقیب مقرر فرمائے اور ان سے یکے بعد دیگرے بیعت وفا و عہد لی۔ مدنی نقباء اور بیعت کرنے والے واپس ہوئے تو مشرکینِ مکہ کو کچھ سن گن مل گئی اور انھوں نے مدنی مسلمانوں کے تعاقب میں ایک دستہ بھیجا اور وہ اتفاق سے حضرت سعد بن عبادہ خزرجی کو ہی پکڑ سکا۔ انھوں نے تصدیق کر لی کہ وہ دینِ محمدی کے پیرو بن چکے ہیں تو ان کو رسی سے باندھ کر مکہ لے گئے۔ تاآنکہ مطعم بن عدی نے ان کی گلوخلاصی کرائی کہ وہ ان کے دوست تھے۔[1] حضرت حسان بن ثابت خزرجی نے اس واقعہ پر ضرار بن خطاب فہری شاعرِ مکہ کے احسان گنانے اور جتانے کا جواب دیا تھا اور وہ اشعار ان کے دیوان میں موجود ہیں۔[2]

ابنِ اسحاق نے ایک بہت اہم روایت نقل کی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ بعض قریشی خواتین مدنی افراد سے منسوب تھیں اور ان کے اوسی یا خزرجی شوہر اور دوسرے رشتہ دار قریش اور اہلِ مکہ سے بہت قریبی روابطِ مودّت رکھتے تھے۔ حضرت ابو قیس بن الاسلت بنو واقف / اوس کے ایک اہم فرد اور شاعر تھے۔ ان کے والد کا اصل نام عامر تھا اور ان کا صیفی تھا، یعنی صیفی بن عامر واقفی اوسی۔ بلاذری نے کبیرۃ

---

[1] بلاذری ۱/۲۵۴

[2] دیوان حسان بحوالہ بلاذری ۱/۲۵۵؛ ابن ہشام، ۲/۳۰۲-۳۰۳؛ سہیلی ۱/۲۷۹؛ حاشیہ مرتب بلاذری محمد حمید اللہ ۱/۲۵۵ نیز معجم البلدان، خیبر۔

ابو احیحہ سعید بن العاص اموی کی شان میں ان کے قصیدہ کے چند اشعار نقل کیے ہیں[۱]
وہ قریش سے محبت رکھتے تھے اور ان کے داماد تھے۔ ان کے حبالۂ عقد میں ارنب بنت اسد بن عبد العزیٰ بن قصی تھیں۔ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مدتوں (برسوں) قریش کے پاس سکونت پذیر رہا کرتے تھے اور وقفہ وقفہ سے مدینہ منورہ جایا کرتے تھے[۲]

اصابہ میں ہے کہ وہ ابو قیس کی کنیت سے زیادہ مشہور رہیں اور وہ نہ صرف خود مکہ منتقل ہوئے تھے بلکہ ان کے بھائی وحوح بھی نقل وطن کرکے وہاں بس گئے تھے۔ دونوں قریش کے ساتھ رہتے تھے اور ان کے ساتھ تعلقات استوار کرلئے تھے۔ روایت کے مطابق وہ مکہ مکرمہ میں ہی فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ ایک ضعیف روایت ہے کہ مسلمان نہیں ہوئے تھے[۳]

مکہ مکرمہ اور قریش کے اسی رئیس اکبر امیہ بن خلف جمحی کے بہت عمدہ تعلقات ایک بڑے صحابی جلیل حضرت عبد الرحمٰن بن عوف زہری سے تھے۔ وہ دونوں قدیم دوست تھے اور ان کے تجارتی و اقتصادی مفادات بھی ایک دوسرے سے وابستہ تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عبد الرحمٰن کا پرانا نام "عبد عمرو" بدل کر نیا اسلامی نام عبد الرحمٰن رکھا گیا تو امیہ جمحی ان کو عبد الالٰہ کہا کرتا تھا۔ عبد الرحمٰن کہنے سے گریز کرتا کہ رحمٰن اس کے نزدیک غیر معروف نام الٰہی تھا جیسا کہ قرآن میں بھی ہے[۴]

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ نام کی یہ تبدیلی مکہ میں ہوئی تھی اور ان دونوں دوستوں کی ملاقات ہوتی تو وہ "عبد عمرو" کہہ کر پکارتا اور کہتا کہ میں عمرو کو نہیں جانتا۔ حضرت عبد الرحمٰن اسے جواب نہ دیتے تو آخر اس نے تجویز رکھی کہ اگر پرانے اور پہلے نام سے

---

[۱] بلاذری ۱/۱۴۱-۱۴۲

[۲] ابن ہشام ۱/۳۰۰ ومابعد؛ سہیلی ۲/۱۰۷ ومابعد؛ اصابہ ۲/۱۰۷، اسد الغابہ صیفی۔ استیعاب، صیفی۔

[۳] اصابہ ۵/۲۷۸ - ۲۷۹

[۴] واذا قیل لہم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن... الفرقان ۶۰۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے؟ نیز تفسیر ابن کثیر سورۂ فرقان مذکورہ بالا: ای لا نعرف الرحمٰن وکان ینکرون ان یسمی اللہ باسمہ الرحمٰن ۳/۳۲۲

جواب نہیں دیتے تو کوئی ایسا نام بتاؤ جس کو میں بھی قبول کروں لہٰذا دونوں دوستوں نے اس پر سمجھوتہ کرلیا کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن کو عبداللہ کہا کرے۔ وہ جب بھی ملتا اسی نئے اسلامی نام سے انھیں پکارتا اور وہ جواب دیتے اور اس کے ساتھ بات چیت کیا کرتے تھے [۱]

امام بخاری نے اپنی اس روایت میں بعض اضافے بھی پیش کیے ہیں جو سماجی لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ میں نے امیہ بن خلف سے ایک معاہدہ کیا تھا کہ وہ مکہ میں میرے اہل و مال کی رعایت سے میرا تحفظ کرے گا اور اس کے مال و اہل اور جان کی حفاظت میں مدینہ میں کروں گا [۲] امام بخاری نے جس عنوان کے تحت اس واقعہ کو نقل کیا ہے اسی سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کا فقہی اور قانونی پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی حربی شخص سے دارالحرب میں وکیل بنانے کا معاہدہ کرے یا دارالاسلام میں اسے وکیل بنائے تو جائز ہے۔ بعض اہل قلم نے اس معاہدۂ حفظ و امان کو ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوتا بتایا ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ امام بخاری کے ترجمۃ الباب سے بھی واضح ہوتا ہے اور قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ یہ باہمی محافظت اور باہمی مفادات کے تحفظ کا معاہدہ ہجرتِ مدینہ سے قبل ہوا تھا اور روایت کے باقی حصہ کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن زہری نے اسی کے تحت جنگِ بدر کے موقع پر امیہ بن خلف جمحی اور اس کے بیٹے علی بن امیہ جمحی کو اپنی امان میں لے لیا تھا اور امیہ نے ان کو فدیہ کی موٹی رقم کا یقین بھی دلایا تھا، لیکن حضرت بلال حبشی اور ان کے انصاری دوستوں کے مومنانہ جوش کے سامنے وہ امیہ اور اس کے بیٹے کی جان نہیں بچا سکے۔

---

[۱] ابن ہشام ۲/۲۷۱-۲۷۲ : کان امیہ بن خلف لی صدیقا بمکۃ.... ؛ سہیلی ۵/ ۱۰۹ - ۱۱۰ وما بعد ؛ بلاذری ۱/۱۹۱- طبری ۲ /۳۵۱ بحوالہ ابن اسحاق۔

[۲] بخاری، کتاب الوکالۃ ، باب اذ وکل المسلم حربیًا فی دارالحرب او فی دارالاسلام جاز؛ فتح الباری ۴/۶۰۴ - ۶۰۵۔

مدنی افراد کی سکونتِ مکہ

حرمین شریفین کے روابط و تعلقات کی ایک نوعیت ان کے بعض افراد و طبقات کا ہجرت سے قبل نقلِ وطن کرکے دوسرے شہر میں جا بسنا ہے۔ احادیث و سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مدنی افراد نے اپنا وطن چھوڑ کر مکہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور وہ قریش کے حلیف بن گئے تھے تاہم انھوں نے اپنے وطن اور افرادِ خاندان و قبیلہ سے سماجی اور خاندانی تعلقات منقطع نہیں کئے تھے۔ ان کی آمد و رفت بھی جاری تھی اور ان کے سبب دوسرے افرادِ مکہ و مدینہ کے تعلقات بھی ایک دوسرے سے استوار ہوئے تھے۔

ایسے ہی ایک فرد حضرت عمرو بن عوف انصاری تھے۔ حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق وہ مہاجرین میں سے تھے، کہتے ہیں کہ اہلِ مغازی کے نزدیک یہی معروف ہے کیونکہ وہ عامر بن لوی/قریش کے حلیف تھے۔ اس بنا پر ان کو اہلِ مکہ میں سمجھا جاتا ہے۔ ابن اسحاق میں ان کا نام عمرو بن عوف ہے۔ ابن سعد وغیرہ نے عمیر بن عوف بتایا ہے[۱] لیکن اس کا احتمال ہے کہ وہ سچ مچ انصاری رہے ہوں یعنی اصلاً وہ اوس یا خزرج کے فرد ہوں اور مکہ میں قیام کے بعد انھوں نے بعض اہلِ مکہ سے حلف کا معاہدہ کرلیا ہو اور اس لحاظ سے وہ انصاری مہاجر بن جانے کا شرف رکھتے ہوں۔ حافظ موصوف نے اگرچہ ان کے انصاری ہونے کی روایت کو امام زہری سے روایت کرنے والے شعیب کا تفرد قرار دے کر وہم قرار دیا ہے، لیکن یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ بعض انصاری یعنی اوسی اور خزرجی افراد نے مکہ میں سکونت اختیار کرلی تھی جیسا کہ آتا ہے[۲]

ابن ہشام کے مطابق حضرت ذکوان مہاجر انصاری کہلاتے تھے۔ ان کا پورا

---

[۱] ابن ہشام بحوالہ ابن حجر؛ ابن سعد ۳/۴۰۷

[۲] فتح الباری ۶/۳۱۵؛ ۷/۴۰۰ و مابعد؛ بخاری، کتاب الجزیۃ والموادعۃ باب ۱؛ کتاب المغازی باب ۱۲۔ اصابہ ۵۹۲۷؛ اسد الغابہ، استیعاب ترجمہ عمرو بن عوف انصاری۔

نام ذکوان بن عبد قیس زرقی خزرجی تھا وہ مدنی نژاد تھے اور مکہ میں بس گئے ۔ وہاں ایمان واسلام سے مشرف ہوئے اور مدتوں مقیم رہے پھر اپنے قدیم وطن مدینہ کو ہجرت کی ۔ اس لیے وہ مہاجر انصاری کہلاتے تھے[۱] بیعت عقبہ کے شرکاء کی فہرست میں حضرت ذکوان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ سے ہجرت کرکے مکہ چلے گئے تھے اور آپ کے ساتھ مکہ میں رہے اس لیے ان کو مہاجری انصاری کہا جاتا تھا ۔

ابن اسحاق کی ایک روایت میں ایک اور مہاجری انصاری کا ذکر ملتا ہے اور وہ ہیں حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ سالمی خزرجی ۔ ان کا تعلق مدینہ کے قبیلہ خزرج کے بنو سالم بن عوف سے تھا ۔ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سکونت پذیر ہونے کے لیے مکہ چلے گئے تھے اور وہاں آپؐ کے ساتھ ہجرتِ مدینہ تک مقیم رہے[۲]

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عباس بن عبادہ خزرجی سالمی کے علاوہ کئی حضرات تھے جنھوں نے اسلام کی خاطر اپنا وطن ۔ یثرب ۔ ترک کرکے مکہ کی سکونت اختیار کر لی تھی اور وہاں ہجرتِ مدینہ تک قیام پذیر رہے اور ہجرتِ مدینہ نہ ہوتی تو وہیں مقیم رہتے اور جب ہوئی تو واپس اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے وطن مدینہ لوٹے ۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس زرقی خزرجی اس جماعت مہاجران مدنی کے دوسرے فرد اور رکن تھے لیکن یہی دو حضرات نہیں تھے ۔ روایت کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ متعدد حضرات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور و پیغام سن کر مدینہ / یثرب سے مکہ گئے اور پھر اسلام قبول کرکے وہیں کے ہو رہے ۔ ابھی یہ گرہ کھلنی باقی ہے کہ ان دو یثربیوں کے علاوہ اور کون لوگ تھے اور وہ کب مکہ مکرمہ جا کر مقیم ہوئے تھے ؟

اسی فہرستِ شرکاءِ بیعتِ عقبہ میں ایک تیسرا نام حضرت عقبہ بن وہب غطفانی

---

[۱] ابن ہشام ۲/ ۸۰ مع حاشیہ ۱ مرتب ؛ ۶۹/۲

[۲] ابن ہشام ۲/ ۷۲-۷۳ ؛

کا تھا۔ وہ اصلاً قیس عیلان کے ایک فرد تھے لیکن یثرب کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنو سالم بن غنم بن عوف بن خزرج کے حلیف بن گئے تھے۔ یہ خزرجی شاخ بنو الحبلی کے نام سے معروف تھی۔ وہ بدری صحابی ہیں اور ان یثربی مہاجروں میں شامل ہیں جو مدینہ سے مکہ کو ہجرت کر کے گئے تھے اور وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام ونصرت کی سعادت حاصل کرنے والوں میں شامل تھے اور دہرے لقب مہاجری انصاری سے سرفراز تھے [۱]

قریشی افراد کی اقامتِ مدینہ

عہدِ جاہلی میں اور اسلامی دور میں ہجرت سے قبل بعض مکی افراد کے ترکِ وطن کر کے مدینہ میں سکونت کا امکان ہے۔ اور روایات سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ یہ نقلِ مکانی مختلف اسباب سے ہوتا تھا۔ ان میں خاندان سے اختلاف و نزاع، مدینہ والوں سے سماجی ربط وتعلق، ازدواجی تعلقات اور تجارتی معاملات وغیرہ اہم ترین عناصر وعوامل معلوم ہوتے ہیں۔ قریشی اور مکی افراد اپنے نقلِ وطن کے باوجود اپنے افرادِ خاندان اور شہر سے برابر رشتہ استوار رکھتے تھے اور دونوں کی ایک دوسرے کے ہاں آمد ورفت بھی ہوتی تھی۔

قریشِ مکہ کے مدینہ منتقل ہونے والے افراد میں ایک اہم شخصیت عتبہ بن ابی وقاص زہری کی تھی جو مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص زہری کے برادرِ اصغر تھے۔ وہ ہجرتِ مدینہ سے قبل کسی وقت مدینہ جا بسے تھے۔ انھوں نے اپنے بھائیوں سے، بالخصوص اپنے برادرِ اکبر حضرت سعد بن ابی وقاص زہری سے تعلق قائم رکھا تھا۔ انھوں نے اپنے بھائی کو اپنا وصی بھی بنایا اور ایک باندی کے فرزند کے باب میں ان کو وصیت کی تھی۔ بعد میں وہ اسلام بھی لے آئے تھے اور قبلِ ہجرت وفات پائی تھی [۲] امام بخاری کی روایت میں وضاحت ہے کہ زمعہ

---

[۱] ابن ہشام ۲/۷۳؛ اسد الغابہ ۳/۴۲۱-۴۲۲ [۲] اسد الغابہ، ترجمہ عتبہ بن ابی وقاص، بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات؛ باب شراء المملوک الخ فتح الباری ۴/۳۷۰-۳۷۲؛ ۵۱۹-۵۲۱۔

کی دختر کے فرزند عتبہ کی اولاد تھے لہٰذا ان کو وصیت کی کہ ان کو اپنی تحویل میں لے لیں۔ لیکن وہ عبد بن زمعہ کے والد زمعہ کے بستر اور گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فیصلہ کیا تو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دے کر ان کی تحویل میں دے دیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص زہری کے دعوے کو مسترد کر دیا کہ قانون یہی کہتا تھا، لیکن چونکہ بچے میں عتبہ سے مشابہت پائی جاتی تھی، لہٰذا ام المومنین حضرت سودا کو جو عبد بن زمعہ کی بہن تھیں اور مولود کی پھوپھی بھی، ان سے پردے کرنے کا حکم بھی دیا تھا۔ کیونکہ وہ اصلاً عتبہ بن ابی وقاص زہری کے فرزند تھے جو ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ کے لیے غیر محرم تھے اور ان کے فرزند بھی۔

مکہ و مدینہ کے مذہبی تعلقات

عرب قبیلے اوس اور خزرج عمرہ وحج اور زیارت کے لیے مکہ مکرمہ آتے تھے اور قریشِ مکہ کو خانہ کعبہ کے متولی و پاسدار کی حیثیت سے اپنا دینی رہنما سمجھتے تھے۔ قریش کے بعض دینی اکابران کے لیے بھی مذہبی تقدس رکھتے تھے۔ ان دونوں مقدس شہروں کے باشندوں کی دینی زندگی اور مذہبی مفاہمت کی ایک اور جہت بھی تھی جو خاصی اہم تھی۔ دین ابراہیمی کے پیرو ہونے اور ابراہیم علیہ السلام کے وارث و امین ہونے کے باوجود قریشِ مکہ یہودِ مدینہ کے مذہبی تفوّق سے مرعوب تھے اور ان کے دین کو اپنے دین سے بہتر سمجھتے تھے۔ دینی اور فکری معاملات میں وہ علمائے یہود سے رجوع کیا کرتے تھے۔

قریش مکہ کے درمیان رواجی مذہب سے بیزاری اور بغاوت کا رجحان پیدا ہوا تو ایک طبقہ توحنیفیت کی طرف گیا۔ وہ اپنے رواجی طور طریقوں کو اور مشرکانہ رسوم و اعمال کو ترک کر کے صحیح مذہب براہیمی کی تلاش میں لگ گیا۔ اسی کو حنیفیت کی تحریک بھی کہا جا سکتا ہے اور اس کے ماننے والوں کو احناف (حنیف کی جمع) قرار دیا گیا۔ اس کے سب سے بڑے علمبردار حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدوی تھے جو سچے حنیف رہے اور آخر وقت تک اسی پر جمے رہے۔ احناف میں سے بعض نے تلاشِ حق اور جستجوئے دین کی خاطر نصرانیت میں پناہ لی

اور اسی کو صحیح ترین دین و مذہب سمجھا حضرت ورقہ بن نوفل اسدی، عثمان بن حویرث اور عبید اللہ بن جحش اسدی خزیمی نے حنیفیت کو چھوڑا اور نصرانی بن گئے، موخرالذکر دونوں کی موت نصرانیت پر ہوئی جب کہ حضرت ورقہ بن نوفل اسدی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرکے مسلم بن گئے۔

بعض دانشورانِ مکہ اور حکماء قریش اپنے رواجی دینِ براہیمی پر قائم رہے، مگر علمائے یہود و نصاریٰ کی صحبت، تعلیم و تربیت اور ان سے استفادے کی بنا پر مذہبی اور دینی شخصیات اور فکری اصحاب میں اپنا مقام بنا لیا۔ اکابرِ قریش میں نضر بن حارث عبدری ان کا فکری قائد، دینی مباحث، مذہبی مناظر اور جدل و جدالِ عقلی کا امامِ خاص تھا۔ اس کو "صاحب احادیث" کہا جاتا تھا اور اس نے ایرانیوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا اور نصاریٰ و یہود کی صحبت پائی تھی[1]۔ قرآنِ مجید کی فکری اساس اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحیِ ربانی سے سرفرازی پر وہ طرح طرح کے حملے کیا کرتا تھا۔ وہ اپنی کہانیوں اور قصوں اور دوسری احادیث کو قرآنی آیات جیسا بلکہ ان سے بہتر بتاتا تھا اور فکری پرچار کرتا تھا[2]۔

سیرت نگاروں اور تاریخ و تفسیر دانوں سے متعدد آیاتِ قرآنی کی تنزیل میں اسی نضر بن حارث عبدری کو "وجوہ" میں گنایا ہے۔

مذہبی و فکری سوچ بچار اور یہودیت و نصرانیت سے اس کے موازنے کا ایک نمونہ حنیفِ مکہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدوی کے سلسلے میں نقل کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ایک سفرِ شام کے دوران تلاشِ حق میں گئے تھے۔ ان کو یہودیت و نصرانیت سے طبعی اجتناب تھا۔ اتفاق سے وہاں ایک راہب سے ملاقات ہوئی جس نے ان کو اصل دینِ ابراہیمی کی تلاش پر اکسایا کیونکہ حضرت ابراہیم کا دین ہی اصل دین ہے کہ وہ یہودی یا نصرانی نہ تھے۔ اس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت دی تھی اور اسی کو اصل دینِ براہیمی قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ

---

[1] بلاذری ۱۳۹/۱

[2] ابن ہشام ۳۱۵/۱، ۳۱۹-۳۲۰، ۳۷۲؛ ۹۳/۲، ۲۵۶، ۲۸۵-۲۸۶، ۳۱۱، ۳۵۷ وغیرہ؛ بلاذری ۱۳۹/۱-۱۴۱ ومابعد

حنیفیت ہے اور وہی سچے رسول ہیں [۱] مکہ مکرمہ میں یہودی علماء کی بشارتوں کا بھی برابر ذکر ملتا ہے اور ان کے فکری دھارے کا بھی [۲]

اسلام کی حقانیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق تو قریش مکہ کے دل کرتے تھے، لیکن انھوں نے فکری طور سے زچ کرنے اور آزمائش کے ذریعہ اصل بات کا پتہ لگانے کے لیے اپنے دو بڑے نمائندوں نضر بن حارث عبدری اور عقبہ بن ابی معیط اموی کو علمائے یہود کے پاس مدینہ منورہ بھیجا تھا، تاکہ وہ ایسے سوالات و علامات معلوم کرکے آئیں کہ تصدیق کی جا سکے۔ علماء یہودِ مدینہ سے اکابرِ قریش کے مذہبی استفسارات صرف اس بنا پر تھے کہ یہود کو وحی الٰہی کا امین اور اپنے مذہب سے بڑھ کر سمجھتے تھے۔ انھوں نے علماء یہودِ مدینہ سے روح، اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں سوالات سیکھے تھے اور رسول اکرم سے ان کو پوچھا تھا اور آپ نے ان کے صحیح صحیح جواب دے کر ان کو ناطقہ سربگریبان اور اپنی صداقت ثابت کر دی تھی [۳] یہ واقعہ اگرچہ زمانی لحاظ سے ذرا بعد کا ہے لیکن یہ وضاحت کرتا ہے کہ قریشِ مکہ کے یہودِ مدینہ سے مذہبی روابط قدیم زمانے سے تھے۔

بحث کا نقطۂ ارتکاز

حرمین شریفین — مکہ و یثرب اور مکہ و مدینہ — کے گوناگوں سماجی تعلقات کی واضح شہادت کے بعد ہمارے قدیم و جدید سیرت نگاروں کا یہ تاثر کتنا سطحی نظر آتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغامِ اسلام کا پتہ اہلِ یثرب کو مکی عہدِ نبوی کے بالکل اواخر میں لگ سکا۔ وہاں اسلام کا تعارف اور اس کی اشاعت کا سلسلہ ۱۱ نبوی / ۶۲۰ء کے لگ بھگ ہو سکا۔ ہمارے تمام سیرت نگار — قدیم و جدید — متضاد رویہ اپناتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ

---

[۱] ابن سعد ۱/ ۱۶۲ [۲] ابن سعد ۱/ ۱۶۲ — ۱۶۳

[۳] ابن ہشام ۱/ ۳۲۰ - ۳۲۵ ؛ ابن سعد ۱/ ۱۶۵ ؛ بلاذری ۱/ ۱۳۲۔

اس حقیقت کے قائل ہیں کہ دونوں شہروں میں قدیم روابط تھے اور دوسری طرف وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام کی تخم ریزی یثرب میں ان چھ خزرجی اکابر کے قبولِ اسلام اور توسیع و تبلیغِ دین سے ہوئی جو ۶۲۰ء میں اچانک اسلام اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوئے اور مسلمان ہوئے اور مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کا باعث بنے۔ ان سے پہلے وہ سوید بن صامت اور ایاس بن معاذ اوسی کے اسلام سے متاثر ہونے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی بطورِ مثال اور برائے بیت کر دیتے ہیں۔ ان کو قبولِ اسلام کا لمحہ نہیں گردانتے، بلکہ چھ خزرجیوں کو ہی ابتدائے قبولِ اسلام کا شرف دیتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ یثرب تک اسلام کا پیغام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف ان ہی کے ذریعہ پہونچا۔[1]

یہ جائزہ بھی غلط ہے اور اس سے کشید کر کے یہ تاثر دینا کہ یثرب میں اسلام کا یہ اولین واقعہ تھا، بھی غلط ہے، اگرچہ مولانا مودودی جیسے اہلِ قلم نے یثرب کے بزرگوں۔ ابو الہیثم بن التیہان اور ذکوان بن عبد قیس اور اسعد بن زرارہ کے ان سے پہلے قبولِ اسلام کا ذکر بھی کیا ہے۔ اصلاً تمام سیرت نگاروں نے

---

[1] شبلی ۱/۲۶۰-۲۶۲ مع حاشیہ ۲: ان کے واقعۂ قبولِ اسلام کا عنوان ...."ابتدائے اسلام انصار ہونا چاہیے"۔ ادریس کاندھلوی (۱/۳۳۱) نے چھ خزرجیوں کے قبولِ اسلام کے واقعہ کی سرخی لگائی ہے: "مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتدا ۱۱ نبوی"۔ مودودی، سیرت ۲/۶۹۱-۶۹۳ و مابعد: کی عنوانی سرخی ہے: "انصار کے اولین گروہ کا قبولِ اسلام اور پہلی بیعتِ عقبہ..."۔ منصور پوری (۱/۷۶) "اسبابِ ہجرت" کی سرخی کے تحت ۱۱ نبوی کے موسمِ حج میں چھ خزرجیوں سے یثرب میں اسلام کا تعارف مانتے ہیں۔ علی ندوی، السیرۃ النبویۃ، ۱۵۲: "بدا اسلام الانصار": وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الموسم... اذ لقی رهطا من الخزرج... مبارکپوری، ۲۰۹-۲۱۶ و مابعد: ... یہ یثرب کے چھ جوان تھے .... جب یہ لوگ مدینہ واپس ہوئے ... وہاں گھر گھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا پھیل گیا، ان کے علاوہ متعدد بلکہ بہت سے مؤلفینِ سیرت نے یہی تاثر دیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا اور اسلام کا تعارف ۱۱ نبوی یا ۶۲۰ء میں ہی مدینہ منورہ کے اوس و خزرج میں پھیل گیا۔ حالانکہ وہ اس سے قبل کے بعض واقعاتِ قبولِ اسلام کا ذکر بھی کرتے ہیں۔

قدیم مؤلفینِ سیرت بالخصوص ابن اسحاق وابن ہشام کی روایات کی کورانہ تقلید میں تحلیل وتجزیہ کی راہ نہیں اپنائی اور یثرب میں تبلیغ اسلام وتعارفِ رسول کا ذکر اسی لمحۂ زمان میں کیا جو ان کے مصادر و مآخذ میں موجود تھا۔ حالانکہ بہت سی دوسری روایات اس واقعۂ عظیم کی تاریخ کافی پہلے لے جاتی ہیں۔ یہ ایک طویل، تحقیق طلب بحث ہے جو بعد میں ایک علیحدہ مقالے میں پیش کی جائے گی۔ یہاں قدیم ترین دستیاب سیرت نبوی کے قابل اعتماد دفتر کی ایک اہم روایت نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے کہ وہ صحیح تناظر پیش کرتی ہے۔

ابن اسحاق ہی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ عرب میں پھیلا اور شہروں تک پہونچا تو آپؐ کا ذکرِ خیر مدینہ میں بھی ہوا اور عربوں کا کوئی خاندان (حی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ سے اوس وخزرج سے زیادہ واقف نہ تھا جب آپ کا ذکرِ نبوت ہوا یا اس کے ذکر سے قبل بھی یہی معاملہ تھا، کیونکہ وہ یہودی علماء سے سنا کرتے تھے اور وہ ان کے حلیف تھے اور ان کے ساتھ ان کے دیار میں رہتے تھے۔ جب مدینہ میں آپؐ کا ذکرِ خیر ہوا تو انھوں نے قریش کے درمیان واقع ہونے والے اختلاف پر بھی بات چیت کی اور اس پر چرچا کرتے رہے[۱]۔ ابن اسحاق کی روایات کے دروبست سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعذیبِ جسمانی سے قبل کا واقعہ ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ دعوتِ اسلامی کے کچھ دنوں کے بعد ہی مدینہ منورہ میں آپ کا پیغام متعارف ہو چکا تھا اور اہلِ یثرب آپ کے نئے مشن سے واقف ہو چکے تھے۔ قدیم تعلقات کا حوالہ ابن اسحاق کے اس بیان میں نہیں ہے مگر وہ بہر حال مضمر ہے، کہ آپ اور آپ کے خاندان سے وہ بخوبی واقف تھے اور ان ہی تعلقات نے یثرب میں اسلام کی آبیاری کی۔

---

[۱] ابن ہشام ۱/ ۲۹۹ - ۳۰۰؛ سہیلی ۴/ ۶۸ - ۶۹ وما بعد؛